اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عُزیر گلؒ

تحریکِ آزادی ہند المعروف بہ "تحریکِ ریشمی رومال" کے عظیم رہنما

(قسط ۳)

تحریک ریشمی رومال ایک نادر تاریخی عجوبہ

سی آئی ڈی کی رپورٹ آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ دشمن کو بھی اعتراف تھا حضرت مولانا عزیر گلؒ کی صلاحیتوں اور انقلابی کردار کا انہوں نے "آتشیں مزاج" "مولانا محمود حسن کا پکا مرید" اہم سازشی، ہجرت کا خواہشمند شیخ الہند کو ہجرت و جہاد پر اکسانے والا آزاد علاقوں کا سفیر، جنود ربانیہ کا کرنل، جیسے صفات و القاب سے تذکرہ کیا ہے۔

صرف مولانا عزیر گلؒ ہی نہیں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے پیر و مرشد اور شیخ و مربی مولانا محمود حسنؒ جو تحریک ریشمی رومال کے بانی اس عظیم جہاد کے منبع و منشا اور داعی و محرک تھے۔ ان کے مساعی، ان کی منصوبہ بندی، ان کے اہداف بے سروسامانی کی حالت میں ان کے عزائم اور استقامت و عزیمت اور پھر تحریک کے دور رس نتائج اور ثمرات ایک نادر تاریخی عجوبہ ہے۔ صرف نتیجہ کے لحاظ سے نہیں، بلکہ دور رس اثرات دینی تعصب و ثمرات بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اس کے بانی اور اصل قائدین علماء و صلحاء مشائخ اور ایسے زعماء تھے جن کو نہ تو عظمت و جاہ کا شوق تھا نہ اقتدار کی ہوس، یہ عظیم مجاہد اور اپنے سے ہزار چند بڑھ کر عظیم قوت کو چیلنج کرنے والے جن کی جولانگاہ مدرسہ و خانقاہ، مطالعہ کتاب، تدبر فی القرآن، تدریس حدیث، ترویج علم و فقہ یا پھر مسجد میں عبادت و ریاضت تھی۔ جن کے کارکن اور رفقاء کار مسجد و مدرسہ کے طلبہ، شکستہ حال فقراء و مساکین، مولوی یا عربی پڑھنے والے بے سہارا، تہی دست طلباء دین تھے۔ پھر ان سب کے سالار قافلہ شیخ الہندؒ جنہیں جدید دور کی سیاسی چالیں، پولیٹیکل تکنیک اور

کسی بیرونی طاقت کی معاونت اور جھوٹے پروپیگنڈے نے نہیں بلکہ زہد وتقویٰ، پاکیزگیٔ باطن ترکِ دنیا، درویشانہ خصلتوں اور فقیرانہ عجز و نیاز نے انہیں علماء ہند کا سرتاج، مشائخ طریقت کا مرشدِ اعظم اور قطب الاقطاب بنا دیا تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا تاریخ کے اوراق نے محفوظ کیا۔ اور اب دنیا ان کے بے باک کردار اور سیاسی بصیرت کے اثرات دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ کہ یہ کیا بات تھی؟ کیا کرشمہ تھا؟ کہ دارالحدیث اور دارالتفسیر کی طرف اٹھنے والے ان کے پُرعزم قدم جب "انقلاب" اور جہاد کے پرشور و پرخطر میدان کی طرف اٹھے تو اتنی چستی، عزیمت اور بصیرت سے اٹھے کہ قائدین سیاست ابھی بیدار بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ مسافت کا بڑا حصہ طے کر چکے تھے

تحریک ریشمی رومال کی وجہ تسمیہ اور ایک جائزہ

"تحریک ریشمی رومال" ایک جامع منصوبہ بندی اور انقلابی پروگرام تھا کہ برٹش سامراج کے خلاف ملک بھر میں عام بغاوت کرائی جائے اور ملک کو فرنگی استبداد سے آزاد کرانے کے لئے شمال مغربی سرحد سے قبائل اور ترکی کی فوج سے حملہ کرایا جائے۔ ترکی فوج کے حملہ آور ہونے کے لئے راستہ میں افغانستان کی حکومت کو بھی ہموار کرنا تھا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ۱۹۰۵ء میں دس جامع منصوبے بنائے گئے۔ جن کی تکمیل ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ منصوبے یہ تھے۔ ہندو مسلم مکمل اتحاد، علماء فکر قدیم و جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اشتراک فکر و عمل، اقوام عالم سے اخلاقی مدد کا حصول، جنگی نقشوں کی تیاری، انقلاب کے بعد عبوری حکومت کے خاکے کی ترتیب، بغاوت کے خفیہ مرکزوں کا قیام۔ بیرون ملک امدادی مراکز کا تعین، ترکی کی حمایت کے لئے دوسرے ملکوں کا رابطہ۔ باہر سے حملے کے لئے راستوں کی نشاندہی۔ بیک وقت بغاوت اور حملے کے لئے تاریخ کا تعین۔

تحریک کے عملی قائد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے۔ مگر اس کے قیام اور منصوبہ بندی میں مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد مولانا عبید اللہ سندھی، مسٹر گاندھی۔ ڈاکٹر انصاری۔ موتی لال نہرو۔ لاجپت رائے۔ راجہ مہندر پرتاپ۔ راجندر پرشاد کے آراء اور مولانا سید حسین احمد مدنی۔ مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا عزیر گل کی رفاقت و معاونت اور سفارت بھی شریک کار رہی۔

منصوبے کے تحت انقلاب کے بعد قائم ہونے والی عبوری حکومت کے خاکے میں ایک ہندو اور ایک

مسلمان پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیارات کی کونسل میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا نام درج ہے۔ اور فوج کے کمانڈر انچیف کا عہدہ بھی انہیں دے دیا گیا تھا۔

مولانا عبید اللہ سندھی کو بیرونی حملے کے لئے راستوں اور محاذوں کی تفصیلی نشاندہی، حملہ آور فوج کے لئے رسد رسانی، ہیڈ کوارٹر سے رابطہ اور انقلابی رضا کاروں سے رابطے کے لئے پیغام رسانی اور فوج کی نقل و حرکت کے لئے سہولت فراہم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی اور مجاہد آزادی مولانا عزیر گل کو اپنے شیخ کی رفاقت وخدمت اور مشاورت وسفارت کی خدمت سونپی گئی۔

نیز مولانا عزیر گل تحریک کی تکمیل کے سلسلہ میں شمال مغربی سرحدی قبائل اور یاغستان کے علماء اور عامۃ المسلمین کو اس بغاوت اور انقلاب کی تحریک میں شریک کرنے کی مہم بھی سرانجام دیتے رہے اور کامیاب بھی رہے۔

بہرحال تقریباً ۹ سال کی مدت میں تحریک کے ۹ منصوبے مکمل ہو چکے تھے۔ دسویں منصوبے کا مقصد حملے اور بغاوت کی تاریخ مقرر کرنا تھا۔ اسی مقصد کے لئے ۱۹۱۴ء میں دیوبند میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ بیرونی حملہ اور اندرونی بغاوت ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کو ہو۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن اس مشن کی تکمیل کے لئے مجلس شوریٰ کا ایک وثیقہ لے کر غازی انور پاشا سے بالمشافہ مجوزہ تاریخ کی منظوری لینے کے مشن پر روانہ ہو گئے۔ جہاں انہوں نے تحریک اور حکومت کے مابین نیز حکومت ترکی اور حکومت افغانستان کے درمیان تحریری معاہدے کرانے تھے۔ دوسرے معاہدے کے تحت انہیں انور پاشا کی تحریر لے کر افغانستان جانا تھا اور اس پر حبیب اللہ خان سے دستخط لے کر واپس انور پاشا کو پہنچانا تھا۔

شیخ الہندؒ نے اپنی جائیداد شرعی قانونِ وراثت کے مطابق تقسیم کر دی اور حج کا ارادہ ظاہر کرکے روانہ ہو گئے۔ شیخ الہندؒ کی مدینہ منورہ میں انور پاشا سے ملاقات ہوئی تو حملے اور بغاوت کی منظوری مل گئی۔ انور پاشا نے معاہدے پر دستخط ثبت کر دیئے۔

شیخ الہندؒ نے افغانستان ترکی معاہدے کے کاغذات مولانا ہادی حسن کے حوالے کرکے افغانستان پہنچانے کا اہتمام کیا۔

اس دستاویز کو بھجوانے میں شیخ الہندؒ نے غیر معمولی حسنِ تدبیر سے کام لیا۔ خاص طور سے لکڑی کا

ایک صندوق بنوایا۔ اس کے تختوں کے درمیان اسے اس طرح چھپایا کہ نظر نہ آتا تھا۔ ساتھ ہی بمبئی کے ایک رکن کو پیغام بھجوایا کہ وہ عرشئہ جہاز پر ہی مولانا ہادی حسن سے صندوق لے لیں اور اسے فلاں پتے پر پارسل کر دیں۔ جوں ہی جہاز بمبئی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا وہ رکن عرشئہ جہاز پر پہنچ گئے۔ اور اسے قلیوں سے اٹھوا کر باہر لے گئے۔ اسی وقت اسے مظفر نگر میں حاجی محمد نبی کے پتے پر پارسل کروا دیا۔ سی آئی ڈی نے مولانا ہادی حسن کی تلاشی لی اور انہیں مشتبہ قرار دے کر نینی تال بھجوا دیا جہاں انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔

حاجی محمد نبی کو شیخ الہندؒ نے ساری بات کہلوا بھیجی تھی۔ انہوں نے معاہدے کو اپنے پاس رکھا کچھ عرصہ بعد مولانا ہادی حسن رہا ہو کر آئے۔ انہوں نے حلیہ بدل کر اپنا نام ظفر احمد رکھا۔ اور معاہدے کو افغانستان پہنچا دیا۔ حبیب اللہ خان نے اپنے دونوں بیٹوں امان اللہ خان اور نصر اللہ خان اور سول فوجی افسروں اور قبائلی سرداروں کو آتش زیر پا دیکھا تو طوعاً و کرہاً اس کی منظوری دے دی۔

مولانا عبید اللہ سندھی اور نصر اللہ خان نے ایک ماہر کاریگر سے معاہدے کی ساری عبارت جو عربی زبان میں تھی ایک ریشمی رومال پر کڑھوالی۔ اس میں حبیب اللہ خان اور اس کے تینوں بیٹوں کے دستخط بھی آ گئے۔ رومال کا رنگ زرد تھا اس کی لمبائی چوڑائی ایک مربع گز تھی۔ اس پر زرد رنگ سے چاروں کے دستخط دوبارہ کروائے گئے۔ اس کے بعد رومال پٹاور بھجوایا گیا۔ یہ فرض شیخ عبد الحق نے انجام دیا جو بنارس کے نومسلم گریجویٹ تھے۔ اور افغانستان، ہندوستان کے درمیان کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اسی تجارت کی آڑ میں پیغام رسانی کرتے تھے۔ انہوں نے اسی قسم کے پانچ رومال لئے اور ریشمی رومال کو ان میں ملا دیا۔

پروگرام یہ تھا کہ رومال حیدر آباد میں شیخ عبد الرحیم کو پہنچایا جائے گا جو اسے لے کر حج کو جائیں گے اور شیخ الہندؒ کے حوالے کریں گے۔ موصوف اسے انور پاشا کو لے جا کر دیں گے۔ اور پروگرام کے مطابق ترکی، افغانستان کے راستے ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء کو ہندوستان پر حملہ کر دے گا۔

شیخ عبد الحق نے یہ امانت پشاور میں حق نواز خاں کو رات نو بجے پہنچائی۔ انہوں نے اسے صبح چار بجے ایک خاص آدمی کے ہاتھ بہاولپور کے مقام دین پور میں سجادہ نشین خواجہ غلام محمد کو بھجوا دیا۔

نماز صبح سے پہلے فوج نے حق نواز خاں کے گھر پر چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ ان کی رہائی ایک

ماہ بند ہوئی۔ خواجہ غلام محمد کو دوسرے دن صبح دس بجے ملا۔ انہوں نے اسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ حیدر آباد چلتا کیا۔ ان کے گھر پر بھی فوج نے شام کے چار بجے چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ چار ماہ تک قید رہے۔

ریشمی رومال دوسرے دن دوپہر کو حیدر آباد میں شیخ عبدالرحیم کو ملا۔ اور عشا کے وقت جب کہ وہ اپنے گدڑی میں کسی رہے تھے، فوج کے ہتھے چڑھ گیا۔

اس دستاویز کے ہاتھ آجانے سے انگریزوں کو مجاہدین اور حکومت ترکی کے تفصیلی عزائم کا ثبوت مل گیا۔ انہوں نے داخلی طور پر یہ فوری قدم اٹھایا کہ ہر اس مقام پر فوج بھیجدی جہاں بغاوت کا خطرہ تھا اور شمال مغربی سرحد پر فوج دگنی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ملک بھر میں انقلابیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ جس شخص پر بھی ذرا شبہ گذرا اسے گرفتار کر لیا۔ گرفتار شدگان پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں دو چار کے سوا سب ہی ثابت قدم رہے۔ تاہم تحریک دفن ہو گئی۔

گرفتاری اور اسارت مالٹا کی چند تاریخی شہادتیں

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کے رفقاء کو مکہ معظمہ میں گرفتار کر لیا گیا اور ان پر مصر کی فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ پھر جنگی قیدی بنا کر مالٹا بھیج دیا گیا۔ ذیل میں مکہ معظمہ میں گرفتاری اور اسارت مالٹا کے ایام کی چند تاریخی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

بالآخر مولانا محمود حسنؒ کے رفقاء کے سفر کا وقت آگیا۔ مولانا ہر ایک کی وطنی ضرورتوں اور ملازمت اور قرابت کے علائق سے بخوبی واقف تھے سبھوں کو حکم دیا کہ تم لوگ حج و زیارت سے فارغ ہو چکے ہو۔ وطن کو واپس چلے جاؤ۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جملہ رفقاء بجز مولانا عزیر گل صاحب، مولوی ہادی حسن صاحب و وحید احمد صاحب روانہ ہو گئے۔

صبح کو شیخ المطوفین احمد شبحی مولانا کے پاس مکان پر پہنچا۔ اس وقت حضرت مولاناؒ کے پاس مولوی عزیر گل صاحب اور دوسرے رفقاء تھے۔ کاتب الحروف نہ تھا اس نے کہا کہ تمہاری گورنمنٹ جس کی تم رعایا ہو تم کو طلب کرتی ہے۔

مولوی عزیر گل صاحب سے اس کی کچھ زیادہ گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم یہاں کسی کافر گورنمنٹ

کو نہیں پہچانتے ہم حرم خداوندی میں امان لئے پڑے ہیں۔ اگر شریف ہم کو یہاں سے نکالتے ہیں تو ہم خوشی سے نہ جائیں گے۔ جب تک کہ تم ڈنڈے کے زور سے نہ نکالو۔ وہ کچھ پیچ و تاب کھا کر جواب دے رہا تھا اتنے میں پہنچ گیا۔ الخ (اسیر مالٹا صد ۳۷)

مکہ معظمہ میں گرفتاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس کے بعد پولیس نے مولانا کو تلاش کیا چونکہ مکان پر موجود نہ تھے اس لئے مولوی عزیر گل صاحب اور حکیم نصرت حسین صاحب کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ جہاں سے ممکن ہو مولانا کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ انہوں نے میری نسبت دریافت فرمایا تو یہ جواب ملا کہ وہ تو قید خانہ میں ہے۔ ان دونوں خدام نے مولانا کے بارے میں لاعلمی بیان کی۔ باوجود سخت تقاضے اور دھمکی موت کے ان خدام نے کچھ پتہ نہیں دیا۔ بالآخر یہ دونوں اسی مکان میں حضرت کی آمد تک مقید رکھے گئے اور شریف کے نوکر چاکر حضرت کی تلاش میں رہے۔ (اسیر مالٹا صد ۴۰)

جب شام کا وقت ہو گیا اور مولانا باوجود تفتیش کثیر ہاتھ نہ لگے تو پھر شریف کو خبر دی گئی کہ مولانا تو ہاتھ نہیں آئے خدا جانے کہاں ہیں۔ شریف نے حکم دیا کہ اگر عشاء تک مولانا موجود نہ ہوئے تو دونوں ساتھیوں کو گولی سے مار دو۔ اور مطوّف کو سو کوڑے لگاؤ اور مطوفیت چھین لو۔ اس خبر کی وجہ سے مطوّف صاحب کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور مولانا کو بھی خبر پہنچی۔ مولانا نے فرمایا کہ میں کسی طرح گوارا نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی آزار پہنچایا جائے جو کچھ ہوگا میں اپنے سر پر جھیلوں گا۔ اور نکلنے کے لئے تیار ہوئے الخ (صد ۴۱)

مصر کے قید خانہ کے حالات تحریر فرما کر لکھتے ہیں:۔

حقیقت میں مولانا مرحوم کو اپنی جان کا کوئی فکر نہ تھا۔ جیسا کہ ان کے کلام سے معلوم ہوا۔ فقط ان کو دو فکر تھے۔ ایک یہ کہ میری وجہ سے یہ چند رفقا بھی اذیت اور تکالیف میں پڑے۔ خدا جانے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے (اسیر مالٹا صد ۵۲)

فرمایا کہ مجھ کو برابر یہ خیال دامنگیر رہا کہ میری وجہ سے تم سب پکڑے گئے۔ اور پھر اس خیال نے کہ غالباً سبھوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ اور بھی بے چین کر دیا تھا میرا کچھ نہیں تھا میں اپنی طبعی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں مگر تم سب کی طرف سے بہت بڑا خیال تھا اور ہے کہ تم سب نوعمر میری وجہ سے گرفتار ہوئے۔ خدام نے عرض کیا کہ یہ سب خدا کے راستہ میں واقع ہوا ہے پھر کیا فکر ہے۔ (اسیر مالٹا صد ۵۳)

ہم قسمیہ کہہ سکتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم نئے پھنسے ہوئے تھے کبھی ایسے احوال ہم پر گذرے نہ تھے۔ نوعمر تھے اپنے جملہ عزیزوں واقارب سے جدا تھے بالکل پردیس میں تھے نہ کوئی مونس تھا نہ غم گسار، نہ واقف نہ رازدار مگر نہ کسی چھوٹے کو نہ بڑے کو کوئی اضطراب کوئی قلق کوئی بے چینی نہ تھی۔ رونا دھونا، جزع فزع کرنا جیسے کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے یہ تو درکنار دل میں بھی ذرا سی گھبراہٹ نہ تھی۔ نہ گھر کے اعزہ واقارب کی یاد بے چین کرتی تھی۔ حالانکہ عام طور سے ہم سب کو یقین یا ظن غالب پھانسی کا تھا۔ مولوی عزیر گل صاحب تو اپنی کوٹھڑی میں رہ رہ کر اپنی گردن اور گلے کو پھانسی کے لئے ناپتے اور دباتے تھے تاکہ ذرا عادت ہو جائے اور پھانسی کے وقت یک بارگی تکلیف نہ پیش آئے۔ اور تجربہ کرتے تھے کہ دیکھوں کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر سب کے دل نہایت مطمئن تھے۔ (اسیر مالٹا ص ۵۵)

تمام رفقاء سے جو سوالات بلا کر علیحدہ علیحدہ پوچھے گئے تھے ان کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

مولوی عزیر گل صاحب سے حدود کے واقعات، قبائل کے احوال۔ سید احمد شہید مرحوم ومغفور کے قافلہ کی خبریں۔ حاجی صاحب اس زمانہ میں انگریزی علاقہ سے اپنے اہل وعیال کو لے کر یاغستان میں چلے گئے تھے۔ اور وہاں جاکر مشہور ہوا تھا کہ انہوں نے جہاد قائم کیا ہے۔ مولوی سیف الرحمن صاحب۔ مولوی عبداللہ صاحب۔ مولوی محمد میاں صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات کے متعلق زمین وآسمان کی واہی تباہی باتیں پوچھیں۔ جن کا نہ سر تھا نہ پیر۔ مگر مولوی صاحب نے نہایت استقلال سے اپنے پٹھانی (ولایتی) اکھڑ پنے سے سب کا جواب دیا۔ اور بہت ہی متین جواب دیا۔ ص ۵

حضرت مدنیؒ مالٹا کی اسارت کے دوران رفقاء کی مشغولیتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

مولوی عزیر گل صاحب مختلف اوقات میں اعمال سلوک تعلیم کردہ حضرت مولانا مرحوم میں مشغول رہتے تھے۔ اور پھر کچھ وقت قرآن شریف کے یاد کرنے میں بھی صرف کرتے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت ان پر بہت زیادہ تھی اور بہت بے تکلفی سے ان سے رہتے تھے۔ جو بے تکلفی ان سے برتتے رہے وہ اور کسی کے ساتھ عمل میں نہیں آئی۔ (جاری ہے)

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

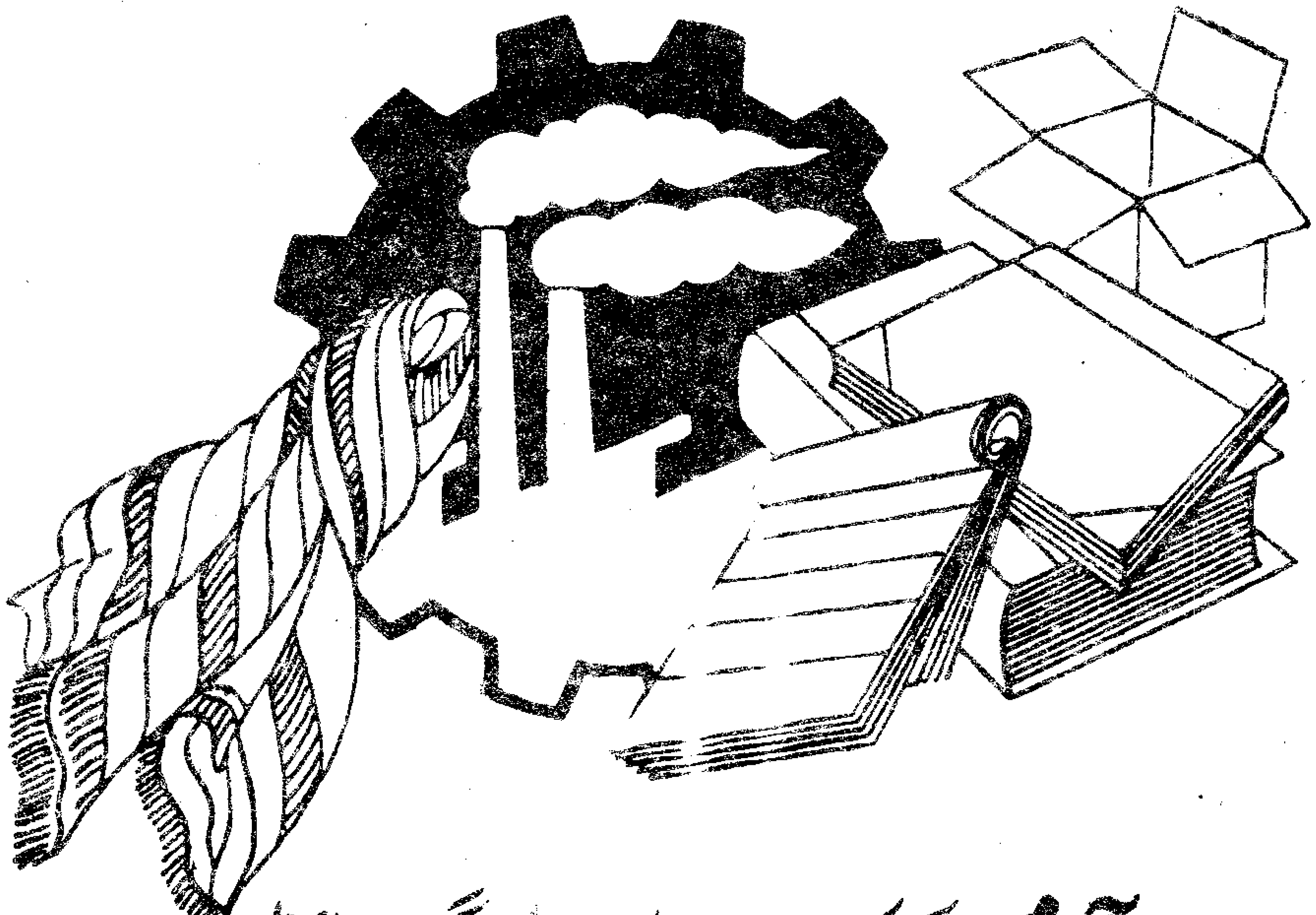

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H